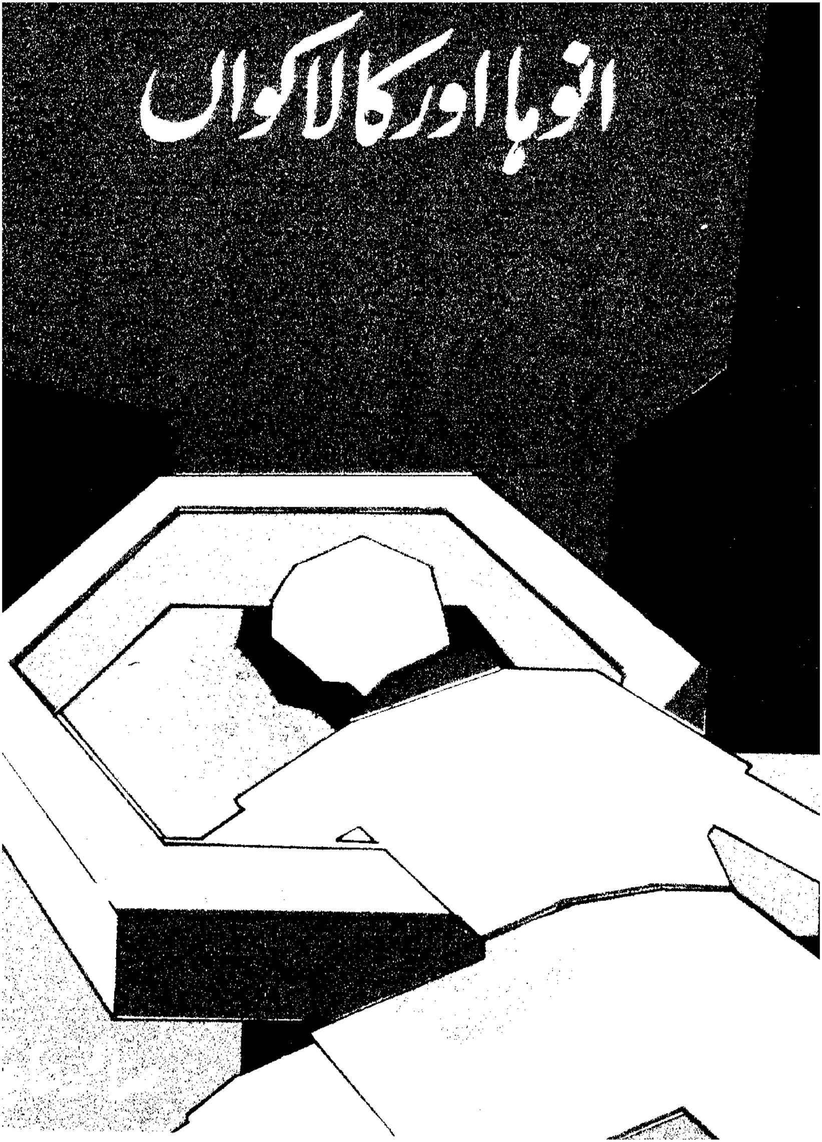
اغوا اور کالا کوا

انوہا اور کالا کوا

صالحہ عابد حسین

ترقی اردو بیورو نئی دہلی

سنہ اشاعت : اکتوبر تا دسمبر 1983· شک 1905
© ترقی اردو بیورو، نئی دہلی
پہلا اڈیشن : 3000
قیمت : 15/ 3
سلسلۂ مطبوعات ترقی اردو بیورو 322

اس کتاب کی طباعت کے لیے حکومتِ ہند نے رعایتی قیمت پر کاغذ فراہم کیا

ناشر : ڈائرکٹر ترقی اردو بیورو، ویسٹ بلاک 8 آر کے پورم نئی دہلی 110066
طابع : اے جے پرنٹرز نئی دلی

پیش لفظ

کوئی بھی زبان یا معاشرہ اپنے ارتقاء کی کس منزل میں ہے، اس کا اندازہ اس کی کتابوں سے ہوتا ہے۔ کتابیں علم کا سرچشمہ ہیں، اور انسانی تہذیب کی ترقی کا کوئی تصور ان کے بغیر ممکن نہیں۔ کتابیں دراصل وہ صحیفے ہیں جن میں علوم کے مختلف شعبوں کے ارتقاء کی داستان رقم ہے اور آئندہ کے امکانات کی بشارت بھی ہے۔ ترقی پذیر معاشروں اور زبانوں میں کتابوں کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ سماجی ترقی کے عمل میں کتابیں نہایت موثر کردار ادا کرسکتی ہیں۔ اُردو میں اس مقصد کے حصول کے لیے حکومت ہند کی جانب سے ترقی اُردو بیورو کا قیام عمل میں آیا ہے۔ ملک کے عالموں، ماہروں اور فن کاروں کا بھرپور تعاون حاصل ہے۔

ترقی اُردو بیورو معاشرہ کی موجودہ ضرورتوں کے پیش نظر اب تک اُردو کے کئی ادبی شاہکار، سائنسی علوم کی کتابیں، بچوں کی کتابیں، جغرافیہ، تاریخ، سماجیات، سیاسیات، تجارت، زراعت، لسانیات، قانون، طب اور علوم کے کئی دوسرے شعبوں سے متعلق کتابیں شائع کرچکا ہے اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ بیورو کے اشاعتی پروگرام کے تحت شائع ہونے والی کتابوں کی افادیت اور اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ مختصر عرصے میں بعض کتابوں کے دوسرے تیسرے ایڈیشن شائع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ بیورو سے شائع ہونے والی کتابوں کی قیمت نسبتاً کم رکھی جاتی ہے تاکہ اُردو والے ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھا سکیں۔

زیر نظر کتاب بیورو کے اشاعتی پروگرام کے سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ امید کہ اُردو حلقوں میں اسے پسند کیا جائے گا۔

ڈاکٹر فہمیدہ بیگم
ڈائرکٹر ترقی اُردو بیورو

یہ کہانی...

یہ فلپین کے پاس ایک چھوٹے سے جزیرے ہوائی کے ایک بچّے کی کہانی ہے۔ تم اپنے نقشے نکالو تو یہیں یہ جزیرہ سمندر میں ایک نقطے کی طرح نظر آئے گا۔ مگر اتنا چھوٹا تھوڑا ہی ہے۔ خاصا بڑا ہے۔ بہت سرسبز ہے۔ بڑی اچھی آب وہوا ہے۔ وہاں کے لوگ بھی بہت اچھے اور محبّت والے ہیں۔ یہ کہانی بہت پرانے زمانے کی ہے جب وہ آزاد تھے۔ باہر سے کسی نے آکر قبضہ نہیں جمایا تھا۔

الوہا ایک پیارا غریب بچّہ تھا اور کالاکوا ان ایک رحم دل محبت کرنے والا راجہ جو اپنی پرجا کا بڑا خیال کرتا تھا۔ بس ان دونوں اور ایک ننھی سنہری مچھلی کی یہ کہانی "اماں" نے اپنے "بچوں" کو سنائی تھی۔ ان کو ان کے بھائی جان نے ہوائی سے لکھ کر بھیجی تھی۔ ہمیں امید ہے کہ تم بھی اس کہانی کو بہت پسند کروگے۔ ہے نا بادشاہ اور پریوں کی کہانی سے الگ ایک نئے انداز کی دلچسپ کہانی۔ اچھا تو لو اب پڑھو یہ الوہا کی مزے دار کہانی اور ہاں اپنی رائے ہمیں ضرور لکھنا کہ یہ تمھیں کیسی لگی۔

صالحہ عابد حسین
عابد ولا۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی

انوہا

اور

کالا کوّا

"امی کہانی ــــــ کہانی سنائیے نا"

"خالہ اماں آج ایک نئی کہانی سنائیے"

ماں ہاں کہانی ! کہانی"

"ہم بھی سنیں گے کہانی" سب سے چھوٹی نازلی گود میں بیٹھی تھی۔ بچے اماں کے گرد بیٹھے کہانی کی فرمائش کر رہے تھے!

"کہانی؟ کون سی کہانی ـــ؟ پریوں کی بادشاہ کی ـــ یا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

پری کی کہانی" مینی کو بہت پسند تھی" نہیں ـ بادشاہ اور سات شہزادیوں کی کہانی"

احمد کو بادشاہ سے زیادہ ساتویں شہزادی سے دلچسپی تھی۔

"نہیں اماں ـــ آج کوئی پیچی کہانی سنائیے" نبی سب سے بڑا تھا ان میں

"سچی کہانی؟" امی ذرا دیر سوچتی رہیں ۔ اچھا تو پھر آج ــــ یہ کہتے کہتے امی رک گئیں۔ "اچھا بچوں یہ بتاؤ ــ " جانتے ہو ہوائی کہاں ہے"!

" جانتے ہیں ــ جانتے ہیں" نگو نے کہا

" ہوائی ایک آتش بازی ہوتی ہے نا امی ــ جب اس کو چھوڑو تو یوں ناچتی ہے" اور یہ کہہ کر نگو اپنی ایڑیوں پر ناچ گئی۔

" اوہوں وہ ہوائی نہیں" اماں نے سر ہلا دیا

" یاں ہم سمجھ گئے سمجھ گئے ہوائی جہاز جو ہوا میں یوں زوں ــ زوں ــ زوں اڑتا ہے ــ " نغمہ نے ہوا میں ہاتھ چھلاتے ہوئے کہا

" یہ بھی نہیں" اماں مسکرائیں" پھر بوجھو تب جانیں"

" میں سمجھ گیا" احمد بولے گپ شپ جس کو شاعر نے کہا ہے یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی"

احمد کو شعر و شاعری سے بڑا شوق تھا۔

اماں ہنسیں ۔ کتنی پیاری ہنسی ہے اماں کی" نغمہ نے چپکے سے احمد کے کان میں کہا۔

" نہیں بچوں یہ ہوائی کسی دشمن نے نہیں اڑائی اللہ میاں کی بسائی ہوئی ہے ــ " اماں نے کہا

" ہم ہارے بول دیتے ہیں اماں ــ اب آپ بتا دیجیے " ننی بولے احمد کھڑے ہو گئے ــ " نہیں نہیں ہم ہارے نہیں بولتے ٹھہریئے ٹھہریئے اماں بی میں بتاتا ہوں "

" تم نہیں میں ۔۔ میں ــ " سمی چھوٹی تھی تو کیا ہوا تیز بہت

نھی —— " اچھا تم بتاؤ بیٹا — " اماں نے کہا

" ہوائی ہوائی امی — ارے وہی ہوائی ہے نا جہاں ماموں جان اور پھوپھی خالہ گئے ہیں —— ماموں جان پڑھاتے ہیں نا وہاں؟"

" اور پھوپھی خالہ پڑھتی ہیں وہاں" احمد نے ہاں میں ہاں ملائی۔

" ٹھیک بالکل ٹھیک —— میری بچی سب سے تیز ہے" اماں نے شاباشی دی تو سیمی کے گورے گورے گال شرم سے گلابی ہو گئے۔

" ہاں ہاں ماموں جان نے وہاں سے اچھے اچھے تصویروں کے کارڈ بھی تو بھیجے تھے۔ اور گانوں کے ریکارڈ بھی" احمد نے ہاں میں ہاں ملائی۔

" اور وہ ٹیپ بھی تو تھا جس میں ماموں جان کی آوازیں اور پھوپھی خالہ کا گانا بند تھا" شاہد نے اماں کے پیچھے سے منہ نکال کر کہا۔

" اب ہم ہوائی جائیں گے —— ہوائی جہاز میں اور وہاں ہوائی اڑائیں گے" سیمی بولیں تو سب ہنس پڑے۔

احمد نے منہ چڑایا " رہنے دو یہ ہوائی باتیں"

یہ سن کر سیمی بسورنے لگی۔

" ارے ارے تم لوگ لڑنے لگے پھر کہانی کون سنے گا؟"

" ہم سنیں گے ہم کہانی سنیں گے۔ ہوائی کی کہانی سنیں گے"

سب جھٹ سعادت مند بچے بن گئے۔

" ہاں" اماں بولیں یہ کہانی ہوائی کی ہی ہے "

"مگر ہوائی ہے کہاں" شاہد بولے
کمال سب سے بڑے اور تیز تھے لپک کر گئے اور دنیا کا نقشہ اٹھا لائے
"یہ کیا ہے؟" بچوں نے پوچھا
انھوں نے نقشہ پھیلایا ــــ" یہ دیکھو یہ ہے جاپان اور ادھر دیکھو یہ ہے امریکہ ــــ ہے نا؟"
"ہاں ہاں ــــ" سب نے کہا
"اور بھئی بیچ میں یہ اتنا بڑا سمندر ہے ــ ہے نا؟"
"ہاں بھئی ہے تو پھر ــــ" سبھی نے کہا
"دیکھو یہ جو سمندر ہے ایک ننھا سا نقطہ نظر آرہا ہے نا؟ اس جزیرے کا نام ہوائی ہے۔"
اتنے سے جزیرے میں ماموں جان اور پھوپھا خالہ رہتے ہیں؟" نگو بولیں جغرافیہ میں بڑی کمزور تھیں وہ!
"ارے تو اتنا چھوٹا تھوڑا ہی ہے ــ خاصا بڑا ہے"
"ہاں تو اماں آپ بتائیے ــ وہاں کون لوگ بستے ہیں"
نبی نے اماں کو چپ دیکھ کر کہا۔
"وہاں کے دیسی باشندے بہت کم ہیں بیٹے۔ اِدھر اُدھر سے بہت سے لوگ آکر بس گئے ہیں؟"
"اور حکومت کون کرتا ہے؟" احمد نے سوال کیا۔
"حکومت تو بھئی یہاں امریکہ کی ہے۔ ویسے وہ امریکہ سے بہت دور ہے۔"
"تو یہ امریکہ کی طرح بہت ٹھنڈا ہوگا برف گرتی ہوگی" نغمہ بولیں

"نہیں یہاں سردی نہیں پڑتی ۔ بڑی سُندر جگہ ہے ۔ ہر طرف ہریالی ہی ہریالی ہے ۔ اور بھئی بارش تو ایسی ہوتی ہے جیسی ننھی ننھی بوندیوں کی پھوار پڑ رہی ہو ۔ کبھی کبھی تو پتہ بھی نہیں چلتا کہ مینھ برس رہا ہے "

سیمی جوش میں کھڑی ہو گئیں " پھر تو میں ضرور وہاں جاؤں گی پھواریں نہاؤں گی "

" میں بھی تلوں دی ــــ ماموداں تے پاس " نازلی گود سے اُچک کر کھڑی ہو گئیں ۔

" پہلے کہانی تو سن لو ــــ " اماں نے نازلی کو بٹھاتے ہوئے کہا

" ارے ہاں کہانی کہانی ــــ " سب کو کہانی یاد آگئی !

" تو بھئی یہ پھوار جو پڑتی ہے نا وہاں سب پھولوں پودوں کا منھ دھلاکر انہیں صاف کر دیتی ہے ــــ "

" اور جھپ چاند جیسے نِتل آتے ہیں " نازلی کا منھ دھلاکر اماں کہا کرتی تھیں " کیا چاند سا منھ نکل آیا ہے "

" ہاں چاند جیسے نکل آتے ہیں " اماں نے مسکرا کر کہا ـــــ اس کا جو سب سے بڑا اور خوب صورت شہر ہے اس کا نام ہے ہونولولو ــــ وہاں ایک بچہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

" لُولُو ہے بے لُولُو ہے ـــ لُولُو ہے بے لُولُو ہے ـــــ " بنی کی شرارت سب جانتے تھے ۔ اماں نے ڈانٹا " کیا بدتمیزی ہے بنی کہانی نہیں سننا چاہتے تو بھاگ جاؤ ــــ "

بنی سنجیدہ بن کر بیٹھ گیا مگر سیمی نے چھیڑا " ماموں جان کے شہر کو لُولُو کہتا ہے ـــ تو خود لُولُو ہے ــ "

"بھئی تم لڑتے رہو۔ مجھے نیند آرہی ہے۔"

"نہیں نہیں اماں اب نہ بولیں گے۔" کمال اپنی خالہ اماں کو کبھی لاڈ میں اماں کہتا کبھی امی کبھی خالہ اماں!

اور پھر سب اماں کے گرد بیٹھ گئے۔ نازلی گود میں چڑھ گئی بینی نے دونوں ہتھیلیوں میں اپنا پیارا سا چہرہ تھام لیا۔ نبی اور احمد بھلا نچلے کیسے بیٹھ سکتے تھے۔ منہ چڑاتے رہے ایک دوسرے کا۔ شاہدہ ور خاموش اور سنجیدہ تھا۔

"ہاں بھئی ۔ بہت دن پہلے کا ذکر ہے۔ ہونولولو میں ایک راجا راج کرتا تھا اسی کا نام تھا کالا کوّاں۔۔۔۔"

"کالا کنواں؟ بھلا لفظ بھی کالا ہوتا ہے؟" اور بھی شمع آپا نے مسکرا کر سوال کیا۔

"ارے شمع آپا کنواں نہیں — کالا کوّا" نبی چہکے۔

"اوہوں۔ نہ کوّا — نہ کنواں — اسی راجا کا نام تھا کالا کواں بچو ہنسو نہیں اپنے اپنے دیس کی ریت ہے تمہارے نام سن کر وہاں کے لوگ بھی اسی طرح مذاق اڑاتے ہوں گے۔"

بچے کھسیا کر چپ ہو گئے

"تو بھئی اس راجا کا دیس بڑا سندر، بڑا ہرا بھرا تھا جگہ جگہ تالاب اسی میں رنگ برنگی مچھلیاں — جھیلیں — جن میں بطخیں اور راج ہنس تیرا کرتے — باغوں میں پھول — گھروں میں بھی پھول اور پودے اور ہری ہری گھاس"

شمع بولیں" ارے آپا جنت کا سماں دکھا رہی ہو یا ہونولولو کا؟"

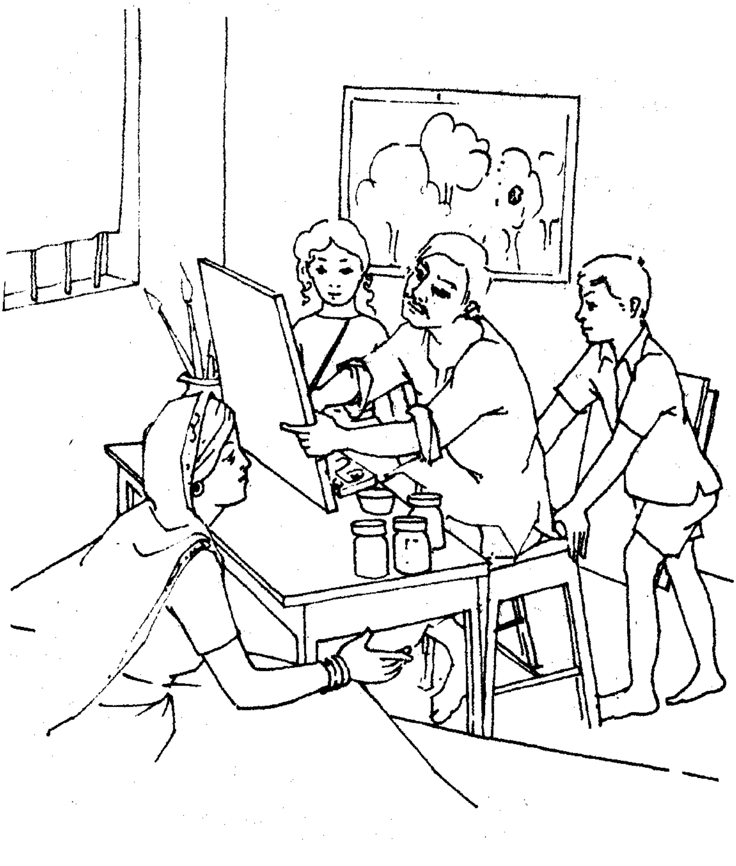

اماں ہنسیں "تو نے جنّت دیکھی ہے کیا؟"

"اماں وہاں بچے کیسے ہوتے ہیں" بنی نے سوال کیا۔

"بچے بہت پیارے گول مٹول ہنستے کھیلتے شرارتیں کرتے ہوئے تصویریں بناتے ہیں۔ مچھلیاں پالتے ہیں اور پڑھتے ہیں۔"

احمد نے سوچا پھر اماں نے پڑھنے لکھنے کا ذکر نکال دیا اور سیمی نے منھ بسور کر کہا

"مگر کہانی"

"کہانی ہی تو سنا رہی ہوں ۔ تم لوگوں کو قرار ہی نہیں بس بکے جا رہے ہو"

"اب نہیں بولیں گے اماں" دو تین آوازیں ۔ "ہاں ۔ تو یہ جو راجہ کالا کواں تھا نا یہ اپنے محل سے بہت کم باہر نکلتا تھا۔ لوگ اسے اچھی طرح پہچان بھی نہ سکتے تھے اس کی شاندار خوب صورت گاڑی تھی جسے کئی کالے اور قیمتی گھوڑے کھینچتے تھے کسی سڑک یا بازار سے گزرتی تو لوگ بڑے شوق اور ادب سے دیکھتے اور "انو ہا انو ہا انو ہا" کے نعرے لگاتے کھڑکیوں میں سے بھی یہی آوازیں آتیں انو ہا انو ہا۔ بچے بھی چلّاتے انو ہا انو ہا"

"اوئی ۔ یہ انو ہا کیا بلا ہے؟" دور بیٹھی شمع آپا نے ہنس کر کہا۔

"انو ہا ۔ بھئی انو ہا کے کئی معنی ہیں۔ ایک اس کا مطلب ہے خوش آمدید یعنی ـ ـ ـ ـ"

"یعنی ویل کم ۔ ویل کم" بنی جوش میں کھڑے ہو گئے۔

"ہاں ۔ ایک معنی ہیں خوش آمدید یا ویل کم اور اس کے دوسرے معنی ہیں محبت، پیار یا پریم ۔" اماں نے بتایا۔

"میں اپنی امی سے انو ہا کرتی ہوں" سیمی نے اعلان کیا

"اور میں ماموں جان سے انو ہا کرتا ہوں ۔" شاہد چہکے

"اول میں ۔ اماں چھپے انوہی ۔ تی ہوں" نازلی نے کہا

"انوہی" پر سب کھلکھلا کر ہنس پڑے ۔ امی بھی مسکرائیں ۔ نازلی نے شرما کر امی کے دامن میں منھ چھپالیا ۔ شمع چلائیں "خبردار جواب کوئی بولا ۔ نہیں تو آپا کہانی بند کردو ۔"

"نہیں نہیں ۔ اب کوئی لقمہ نہیں دے گا ۔"

احمد نے کہا

"کالا کواں کے زمانے میں شہر کے ایک چھوٹے سے محلے میں ایک غریب آرٹسٹ رہا کرتا تھا ۔ اس کا ایک لڑکا بھی تھا ۔ بیوی بھی تھی ۔ ایک چھوٹی سی بچی تھی ۔"

" میں " نازلی بولیں ۔ ۔ ۔

"مگر بے چارہ بہت غریب تھا اس کی تصویریں بکتی نہیں تھیں ۔ یا بہت کم پیسوں میں غریب لوگ لے لیتے تھے"

" وہ اچھا آرٹسٹ نہ ہوگا" کمال کو اپنی بنائی تصویروں پر بڑا ناز تھا ۔

"نہیں بیٹے وہ تصویریں تو اچھی بناتا تھا مگر اس کے آس پاس غریب لوگ رہتے تھے ۔ امیروں تک اس کی پہنچ نہ تھی ۔ پھر امیر لوگوں کو اچھے بُرے کی پرکھ کم ہوتی ہے نا ۔ وہ تو بس نام اور شہرت سن کر تصویریں خرید لیتے ہیں ۔ ۔ ۔ بڑے نام والوں کی گھٹیا تصویریں بک جائیں اور انوہا کا باپ بے چارہ منھ دیکھتا رہ جاتا "

" انوہا کون ؟" کئی بچے بولے

" ارے آرٹسٹ کے بیٹے کا نام انوہا تو تھا کتنا پیارا نام رکھا تھا اس نے اپنے بچے کا ۔"

"ہاں ۔ بے چارے بھوکے رہتے ہوں گے" سیمی کی گول آنکھیں اور گول ہوگئیں ۔

" بھوکے تو نہیں رہتے مگر بھئی غریب تو تھے ۔ انو ہا کے پڑوس کے اسکول کے بچے گاڑیوں میں بیٹھ کر مدرسے جاتے اور وہ بے چارا دو تین میل پیدل جاتا ۔ وہ لوگ خوب کھلونے خریدتے ۔ اچھی اچھی چیزیں کھاتے اور یہ بس اپنے ننھے منے کتے سے کھیلا کرتا تھا وہ کسی سے جلتا نہیں تھا ۔ مگر ایک بات پر اس کا جی بہت کڑھتا تھا ۔ رو پڑتا تھا کبھی کبھی تو ــــ"

" وہ کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ؟ " بچے سب دھیان سے سن رہے تھے

" اس کے پاس کوئی مچھلی نہ تھی ؟ " اماں نے کہا ۔

" مچھلی ؟ مچھلی کھانے کو جی چاہتا تھا اس کا " سیمی کو مچھلی زرا پسند نہ تھی ۔

" نہیں بھئی ۔ ہونو لولو میں سب کے گھروں میں چھوٹے چھوٹے حوض بنے ہوتے ہیں اس میں مچھلیاں پالتے ہیں ۔ امیر لوگ بہت خوب صورت رنگ برنگی مچھلیاں چھوڑتے ہیں اپنے تالابوں میں ۔ ۔ ۔ "

" جیسے ہمارے ہاں مرتبانوں اور شیشے کے کیسوں میں مچھلیاں پالی جاتی ہیں اماں " سیمی نے پوچھا

" ہاں ــــ مگر وہ لوگ انہیں قید نہیں کرتے ۔ حوض یا تالاب میں پالتے ہیں تو انو ہا نے بھی اپنے گھر کے اندر خود ایک منا سا حوض بنایا تھا مگر مشکل یہ تھی کہ اس کے پاس خوبصورت رنگین مچھلیاں نہ تھیں ۔ محلے کے لڑکے چڑاتے ۔ ساتھی مذاق اڑاتے بھئی واہ ــــ حوض تو ہے مچھلی نہیں ہے ۔ وہ اپنی سنہری اور لال سبز مچھلیاں اُسے لے جا کر دکھاتے اور ننھا انو ہا رونے کے قریب ہو جاتا ۔ وہ چھوٹا سا تھا بس جیسے اپنے شاہد میاں "

" میں چھوٹا ہوں " شاہد میاں ایڑیوں پر کھڑے ہو گئے ــــ " میں ہوتا تو ان سب کا سر توڑ دیتا ۔ "

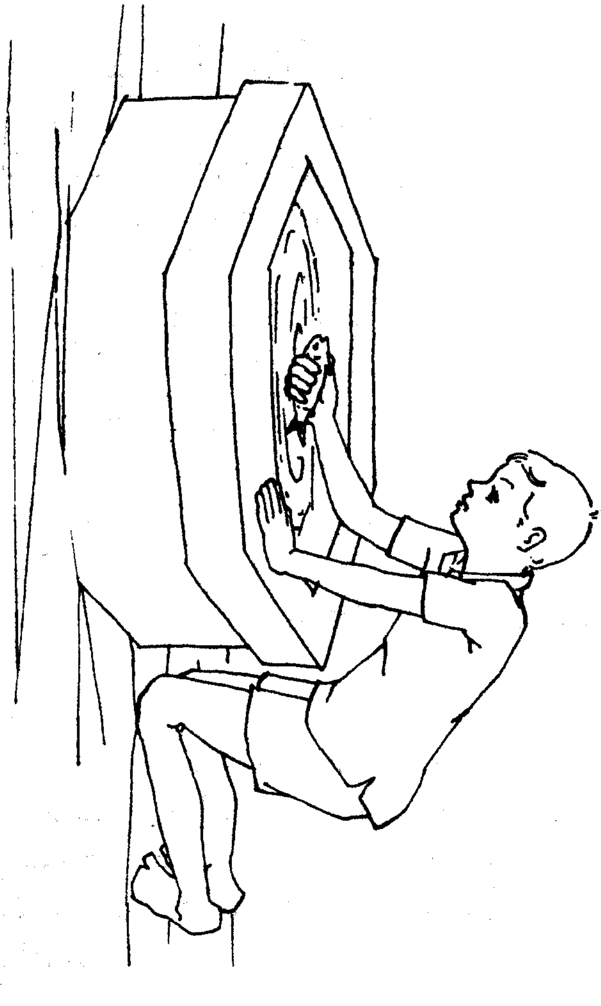

"ارے واہ رے رستم ہند" نعیم نے چھیڑا، شاہد نے اس کی ننھی سی چوٹی پکڑ کر کھینچی اور اماں نے ڈانٹا۔

"اب کے کوئی بدتمیزی ہوئی تو پھر میں کہانی ہرگز نہیں سناؤں گی"

"خالہ اماں اب کوئی نہیں بولے گا"

"انو ہا جس اسکول جاتا تو جلدی میں ہوتا تھا۔ تیز تیز دو ڈھائی میل جانا تم جانو آسان نہیں۔ مگر واپسی پر آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا آتا۔ اور سڑک کے کنارے یا پارک اور باغ میں سرکاری تالابوں میں جو مچھلیاں تیرتی نظر آئیں انھیں شوق سے دیکھا کرتا تھا۔ بس ایک مچھلی اس کے پاس ہوتی ایسی اسی کا دل مچل اٹھتا۔ مگر ابا نے کہا تھا دیکھو سرکاری تالاب سے مچھلیاں پکڑنا جرم ہے ــــ بس وہ دیکھتا اور پھر چپ چاپ گھر آجاتا"

"بے چارا بچہ ــــ نانی اماں کے ہاں مچھلیاں پلی ہیں ایک اسے دیدیں خالہ اماں"

اماں نے کہانی جاری رکھی " ایک دن انو ہا کے ساتھیوں نے اسے اتنا چھیڑا اور مذاق اڑایا کہ وہ رو پڑا ــــ" سارے بچے اداس ہوگئے!

"اگلے دن وہ اداس اداس دھیرے دھیرے اسکول سے واپس آرہا تھا سرکاری باغ میں سے ہوکر اس کا راستہ جاتا تھا۔ اس نے دیکھا سرکاری باغ کے بیچوں بیچ جو خوب صورت چھ کونوں والا حوض بنا ہوا ہے اور جس کے کنارے پر سنگ مرمر کی بنچیں بچھی ہیں اس میں چاندی سا پانی لہریں مار رہا ہے اور اس چاندی کی لہروں پر کچھ بڑی کچھ چھوٹی کچھ بہت ننھی ننھی رنگ برنگ کی مچھلیاں اچھل کود کر رہی ہیں۔ کئی مچھلیاں تو بالکل سونے کے رنگ کی تھیں۔ اتنی ننھی سی اور اتنی سندر سنہری سنہری مچھلیاں اس نے کبھی نہ دیکھی تھیں ــــ وہ بڑے مزے سے اپنی دم پھٹکارتی، پانی میں کبھی غوطہ لگا جاتیں۔ کبھی لہروں پر اچھل کود کرنے لگتیں۔ کبھی ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتیں جیسے کہ سچ مچ ریس ہو رہی ہو"

"ہائے کیسی پیاری لگتی ہوں گی" نسیمی مچلی

"بڑی دیر تک انو ہا کھڑا دیکھتا رہا۔ پھر اس نے جھک کر اپنا چھوٹا سا ہاتھ پانی میں ڈال دیا۔ پانی کی لہریں اس کی ہتھیلی پر آ کر ٹوٹ جاتیں اور پھر کہیں سے اور لہریں آ جاتیں۔ اچانک اس کے ہاتھ میں گدگدی ہوئی اور ایک۔۔۔۔۔"

بنی اماں بات کاٹ کر چیخے "ایک مچھلی اس کے ہاتھ پر چڑھ گئی ہیں نا اماں"

"ہاں ایک سنہری مچھلی اس کی پیاری سی ہتھیلی پر چڑھ کر رہی منی منی آنکھوں سے اس کی طرف بڑے پیار سے دیکھنے لگی۔۔۔۔"

"انو ہا۔۔ انو ہا انو ہا" احمد چلائے

"خوش آمدید۔۔ خوش آمدید" شاہد بولے

"سواگتم۔۔ سواگتم۔۔" شمع آپا ہنس کر بولیں۔ وہ ہندی کی ٹیچر تھیں نا امی مسکرائیں" ہاں جتنے تم خوش ہوا انو ہا اس سے بھی زیادہ خوش تھا۔۔۔ انو ہا نے اسے خوب پیار کیا۔ سوچا تالاب میں واپس ڈال دے مگر۔۔۔ اس کی ننھی دوست خفا ہو گئی تو۔۔ میں تو اسے گھر لے جاؤں گا۔۔۔ وہ منہ منہ میں بولا مچھلی کو کُرتے کے دامن میں رکھ کر گھر کی طرف چلا۔۔ مگر گھر کیا کوئی پاس تھا۔ ابھی تو بہت دور جانا تھا۔۔ وہ تیز تیز چلا۔۔ اب جو کُرتے میں جھانکا تو اس کا ننھا سا دل دھڑک اٹھا۔۔ سنہری مچھلی کی آنکھیں بند تھیں اور وہ ہل جل نہیں رہی تھی۔۔"

"ہائے۔۔ مر گئی بے چاری۔۔" نغمہ رونے کے قریب تھی۔

"نہیں نہیں امی اسے مرنے نہ دینا" دوسری آواز آئی۔

"میلی مچھلی مر دئی" نازلی بسوری۔

"نہیں نہیں سمجھتی نہیں۔۔ مری نہیں۔۔ پر تم جانتے ہو نا کہ مچھلی زیادہ

دیر پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی ۔۔۔۔ انو ہا کو بھی یہ بات یاد آگئی اور وہ تیزی سے ایک تالاب کی طرف جو سڑک کے ایک کنارے تھا دوڑا۔ اور مچھلی کو دھیرے سے اس میں ڈال دیا پٹ سے مچھلی نے آنکھیں کھول دیں اور مزے سے دم پھٹکار کر تیرنے لگی۔ ذرا دیر بعد انو ہا نے ہاتھ اندر ڈالا مچھلی مزے سے اس کی ہتھیلی پر چڑھ آئی اور وہ گھر کی طرف دوڑنے لگا۔ اس نے کرتے کے دامن میں پانی بھر لیا تھا مگر سبھی پانی گیا ٹپک اور مچھلی پھر نڈھال ہونے لگی ۔ اب انو ہا تیزی سے چل رہا تھا اور جو بھی گڈھا یا تالاب نظر پڑتا اس میں مچھلی کو ڈال کر تازہ دم کرتا اور پھر کرتے میں پانی بھر کر دوڑنے لگتا۔ وہ دعا مانگ رہا تھا کہ کسی طرح مچھلی زندہ پہنچ جائے اور وہ اسے اپنے حوض میں ڈال سکے"

"امی پہنچ جائے گا نا انو ہا؟" شاہد بولے۔

"اس کے پیروں میں چھالے پڑ گئے ۔ زبان سوکھ گئی تھی اور اب تو سورج بھی دھیرے دھیرے ڈوبنے لگا تھا اور اسی کے ساتھ انو ہا کا دل بھی ڈوبا جا رہا تھا ۔۔۔۔ ہائے اب وہ کیا کرے ۔۔۔۔۔" امی سانس لینے کو رکیں ۔ بچے آنکھیں پھاڑے ان کو دیکھ رہے تھے اور ننھی نازلی گود میں سونے کے قریب تھی

"پیچھے سے زور زور سے آوازیں آنے لگیں ٹاپ ۔۔۔ ٹاپ ۔۔۔ کئی گھوڑے دوڑ رہے تھے ۔ انو ہا گھبرا کر مڑا ۔ ایک بڑی سی سنہری روپہلی شاندار گاڑی میں چار کالے گھوڑے جتے ہوئے تھے ۔ اور وہ تیزی سے اسی کی طرف آ رہی تھی ۔ انو ہا ڈر کر سڑک کی ایک اور ہو گیا مگر پھر دوڑنے لگا۔ کہیں پولس اسے پکڑنے تو نہیں آ رہی ہے ۔ ابا نے بتایا تھا نا کہ سرکاری تالاب میں سے مچھلی پکڑنا جرم ہے ۔ اتنا دوڑا کہ ذرا دور جا کر منہ کے بل گر گیا مگر بھائی کرتے کا دامن پکڑے رہا اب بھی ۔"

"بہادر انو ہا" احمد نے نعرہ لگایا

ابھی وہ سنبھلا بھی نہ تھا کہ گاڑی بالکل اس کے پاس آکر رک گئی۔ ایک آدمی جو لال وردی پہنے تھا کود کر باہر آیا اور انو ہا کو گود میں اٹھا کر گاڑی کے اندر ایک نرم نرم گدے پر ڈال دیا۔ ڈر کے مارے انو ہا کا چہرہ سفید پڑ گیا مگر کرتے کے دامن میں مچھلی اب بھی موجود تھی۔ سامنے ریشمی گدّوں کے سہارے ایک لمبا تڑنگا کالی کالی آنکھوں والا آدمی بہت اونچی سی سنہری ٹوپی پہنے اس کو غور سے دیکھ رہا تھا "بیٹھو" ـــــ تو گرج دار آواز سن کر انو ہا اور بھی ڈر گیا۔

"تمہارا نام کیا ہے" شاندار آدمی نے نرمی سے پوچھا

"انو ہا...."

"بڑا سندر نام ہے ـــ تم کس کے بیٹے ہو "

"اپنے ابّا کے" ڈر کر انو ہا بس یہی کہہ سکا۔

"تمہارے ابا کیا کام کرتے ہیں؟"

"جی ـــ جی ـــ وہ تصویریں بناتے ہیں"

"کہاں رہتے ہیں؟"

انو ہا نے اسی غریب محلے کا نام بتا دیا جہاں اس کے ابّا رہتے تھے۔ لمبے آدمی نے گرج دار آواز میں اپنے پیچھے وردی پوش سپاہی سے کچھ کہا گاڑی تیز چلنے لگی۔

"تمہارے کُرتے میں یہ کیا ہے؟"

"جی جی" انو ہا سہم گیا۔ ہاں یہ ضرور سرکاری افسر ہے جو اسے پکڑ کر لے جا رہا ہے۔ "جی کچھ نہیں" اس نے کہا" ہمیں دکھاؤ"

انو ہا نے ڈر کر دامن کھول دیا۔ منی سنہری مچھلی کی آنکھیں بند تھیں۔ نڈھال پڑی تھی

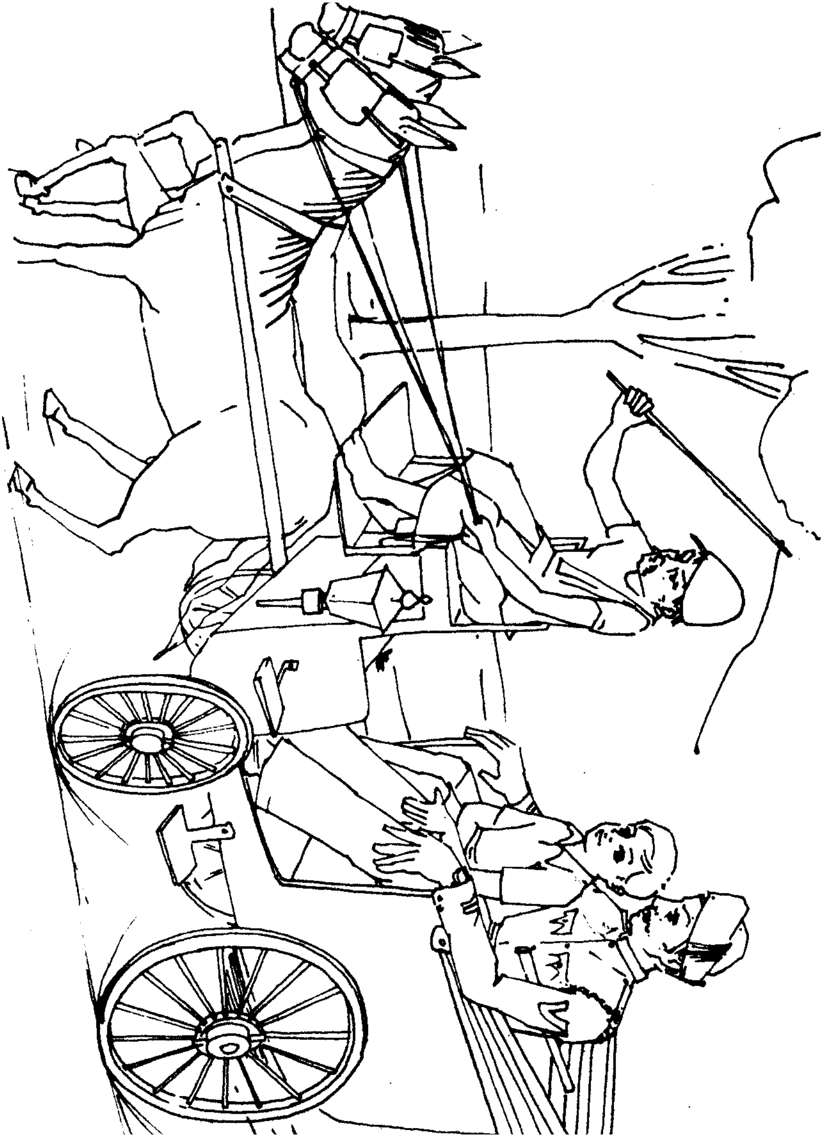

"یہ تم نے چرائی ہے؟"

"نہیں حضور — یہ تو خود ہی میرے ہاتھ پر چڑھ آئی — اسے مجھ سے انوہا،،
وہ آدمی ذرا مسکرایا — " تم اس کا کیا کرو گے بیٹے" انوہا کی بحث بندھی۔ ل
" میں حضور اسے پالوں گا میرے پڑوسی کے سب بچوں کے گھروں کے حوض میں مچھلیا
ہیں سنہری روپہلی مگر میں غریب ہوں۔ میرے ابا غریب ہیں وہ میرے لیئے مچھلیاں نہیں
خرید سکتے اس مچھلی کو میں اپنے ننھے سے حوض میں پالوں گا ۔۔۔۔"

" مگر بیٹے سرکاری تالاب میں سے مچھلی پکڑنا جرم ہے"
"جی ہاں مگر ۔۔۔ مگر — یہ تو خود ہی — وہ گھبرا کر مچھلی کو دیکھنے لگا جس کا حال
خراب تھا

" کوچوان تیز کرو ۔ اور تیز — اور تیز — " لمبے آدمی نے حکم دیا اور انوہا کو لگا
جیسے اس کے جسم میں پر لگ گئے ہیں آنکھیں بند ہوئی جا رہی ہیں ۔۔۔ مگر سنہری مچھلی
اب بھی اس کے دامن میں موجود تھی ۔

"تیز — اور تیز — اور تیز —"
ذرا سی دیر بعد گاڑی رک گئی سامنے اس کے چھوٹے سے گھر کا دروازہ نظر آرہا تھا ۔
" پیارے بچے انوہا — جاؤ — اب بھاگ کر اس مچھلی کو اپنے حوض میں ڈال دو
ورنہ یہ مر جائے گی اور دیکھو بھولنا نہیں میرا نام — ۔۔۔"
مگر نام کون سنتا بھئی؟ اس نے ایک ہاتھ سے اس شاندار آدمی کو سلام کیا اور دوڑتا
ہوا اندر بھاگا اور نیم جان مچھلی کو اپنے خالی حوض میں ڈال دیا جیسے ہی مچھلی اس کے منے
سے حوض میں گری اور دم بھر میں تر و تازہ ہو گئی پیار بھری نظروں سے انوہا کو دیکھا اور
پھر دم پھٹکار کرے سارے حوض کا معائنہ کرنے لگی — انوہا خوشی کے مارنے ساری تھکان
بھول گیا ۔ اور ناچتا کودتا آپا امی کے پاس گیا ۔

" واہ واہ واہ خوب ہوا — بہت اچھا — انوہا زندہ باد' سارے بچے جواب
تک دم بخود بیٹھے تھے ایک دم اچھلنے لگے
"چوٹّا کہیں کا" شمع آپا نے کہا تو سب ان کے سر ہو گئے!
"امی — کہانی ختم —"
"نہیں — ابھی نہیں —"
اچھا؟؟" سب کے منہ سے نکلا "پھر کیا ہوا"؟

رات کو انوہا کے ابا اور امی بار بار پوچھتے رہے بیٹے تو کس کی گاڑی میں آیا تھا
کہاں سے مل گئی تھی مگر وہ کیا بتاتا اسے خود ہی خبر نہ تھی اور پھر اسے اپنی
ننھی منی مچھلی کی فکر زیادہ تھی اس گاڑی اور گاڑی والے کی نہیں —"
تیسرے دن کی بات ہے۔ انوہا اپنی پیاری مچھلی سے رخصت ہو کر اسکول جانے
کی تیاری کر رہا تھا مگر اس کے جوتے پھٹ گئے تھے اور پیروں میں زخم پڑے ہوئے تھے
جس پر امی نے دوا لگادی تھی پھر بھی تکلیف ہو رہی تھی!"
" میں اپنے پرانے جوتے انوہا کو بھیج دوں گا" احمد بولے
"کنجوس کہیں کا — میں جیب خرچ میں سے نئے منگا کر دوں گا"
نبی نے احمد کو چھیڑا۔
امی مسکرائیں" ہاں تو وہ اسکول جانے کو تیار ہو رہا تھا کہ ایک چھوٹی سی
گاڑی پر ایک وردی پوش آدمی اس کے گھر کے سامنے آکر اترا — ابا کو اور اسے
خود سلام کیا اور پوچھا" انوہا صاحب یہاں رہتے ہیں۔؟"
اتنے ادب سے اپنا نام سن کر انوہا ہنس پڑا۔
"جی — جی ہاں میرا نام انوہا ہے — اور یہ میرے ابا ہیں" وردی

پوش نے ایک بڑا خوبصورت لفافہ انو ہا کے ابا کے ہاتھ میں دے دیا اور سلام کر کے واپس چلا گیا۔

"کیا تھا خط میں؟" نبی چلائے

"کس نے بھیجا تھا خط" احمد بے قرار ہوا تھے

"سپاہی تھا وہ ــــ پکڑنے آیا تھا" شاہد نے کہا

"نہیں نہیں یہ جھوٹ ہے ــــ وہ تو اس گاڑی والے نے انو ہا کو انعام دیا ہو گا سیمی بڑی تیز تھی!

"ٹھیک نہیں ہے سیمی بیٹی ــــ خط میں لکھا تھا

پیارے انو ہا ــــ

کل میں تم سے مل کر بہت خوش ہوا۔ تم بہت پیارے بچے ہو۔ میں نے شہر کے سب سے اچھے اسکول میں تمہارا داخلہ کرا دیا ہے۔ وہاں سے تمہیں پڑھائی کے لیے وظیفہ ملے گا اور ہاں بس تمہارے لیے سنہری اور سپہلی گلابی۔ ہری ننھی ننھی مچھلیاں بھیجوں گا وہ تم اپنے تالاب میں ڈال لینا اور بیٹے اپنے ابا سے کہو وہ اپنی تصویریں مجھے دکھانے کے لیے لائیں ــــ اور ہاں تم دل لگا کر پڑھنا اور ہمیشہ اچھے نمبر لانا۔ اور جب میری سالگرہ ہو تو تم ضرور ــــ اس میں آنا۔

کالا کوا

اور نیچے مہر لگی تھی!

"ارے ــ موٹو توتو کا بادشاہ تھا وہ؟" نبی اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

"ہم تو پہلے ہی سمجھ گئے تھے" شاہد بولے

"جھوٹا ــ تو تو کہتا تھا سپاہی پکڑنے آیا تھا"

"بھئی واہ ــ انو ہا تو بڑے مزے میں رہا" سیمی بولی

"واہ وا — انو ہا زندہ باد —"

"کالا کوا زندہ باد —"

"چلو باہر باغ میں سے مچھلیاں پکڑ لائیں"

چاندنی کھلی ہوئی تھی — اور سارے بچے شور کرتے باغ میں بھاگ گئے۔ صرف نازلی گود میں سو رہی تھی اور شمع آپا کتاب دیکھ رہی تھیں!

امی ہنسیں تم دیکھنا اب وہ باغ میں سے بیر بہوٹیاں پکڑ کر لائیں گے اور کہیں گے ہم نے مچھلیاں پکڑی ہیں "اور کیا" اور شمع آپا اور اماں دونوں ہنس پڑیں۔

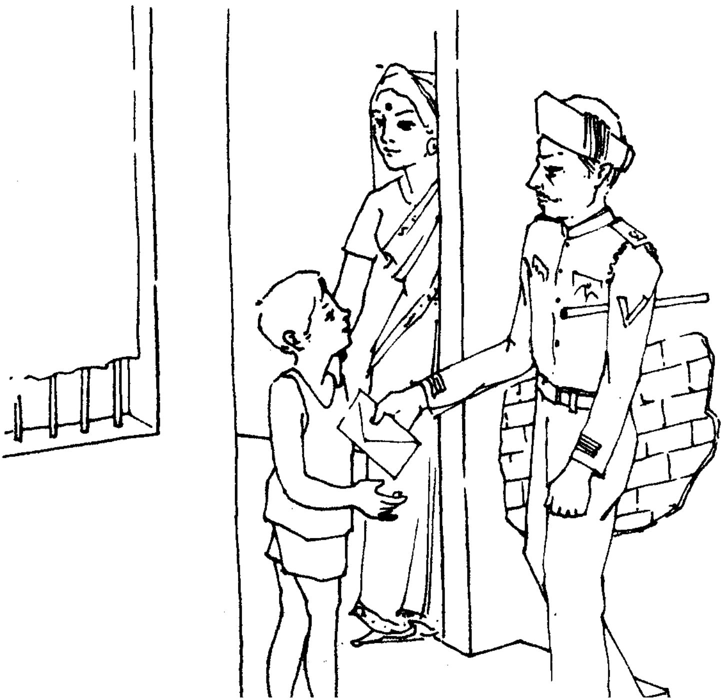

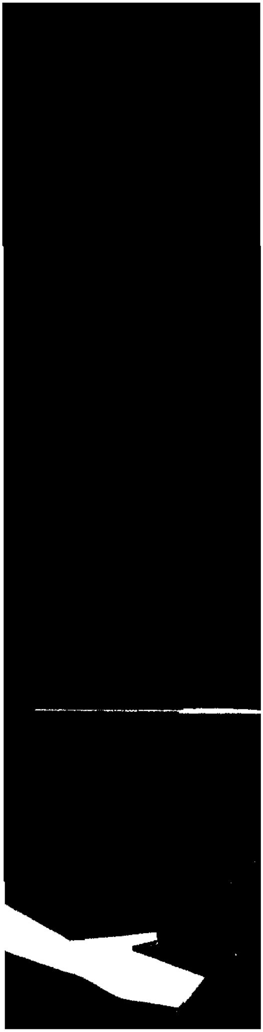

وزارت [illegible]